میں اصحاب اقتدار صرف اپنی پارٹی کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی ریاست میں عوام کے نمائندے خدا اور خلق دونوں کے سامنے جواب دہ ہیں۔

(ج) آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلامی نظام صرف ایک طریق انتخاب تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے سارے معاملات میں اپنا ایک مخصوص نقطۂ نظر اور زاویۂ نگاہ پیش کرتا ہے۔ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو آخری سند مان کر اپنی پوری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو ان کے مطابق ڈھالا جائے۔ پاکستان میں قرارداد مقاصد کے ذریعہ اسے تسلیم تو کیا گیا ہے مگر افسوس کہ اس کے نفاذ کے راستے میں ہر طرح کی رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہیں۔

(د) کسی شخص کے صالح اور غیر صالح ہونے کا فیصلہ قیامت کی سرحد کے اس طرف تو سوسائٹی ہی کر سکتی ہے، کسی ایک شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

مغرب سے اخلاق کا سبق

(نوٹ) مندرجہ ذیل سوال ایک ایسے کالج کے پروفیسر صاحب نے بھیجا ہے جہاں فرنگیت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ابھی تک نمایاں ہے۔ اصل سوال انگریزی میں ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

سوال:۔ اسلام کے گن گاتے ہوئے آپ لوگوں کی زبانیں نہیں تھکتیں، حالانکہ ہم ہر روز اپنی آنکھوں کے سامنے یہ دیکھتے ہیں کہ اہل مغرب نے بغیر اسلام کو [illegible] ہوئے کس قدر حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ مغربی قوموں میں وقت کی پابندی، ایفائے عہد، محنت [illegible]ت بغیر خدا پر ایمان لائے ہوئے موجود ہے۔ اور آپ کی قوم خدا پر یقین رکھتے ہوئے بھی ان اوصاف سے عاری ہے۔ جب ہم خدا اور آخرت پر ایمان لائے بغیر اچھے اخلاق پیدا کر کے ترقی کر سکتے ہیں، تو کیوں نہ اسلام سے نجات حاصل کر کے مغرب کی پیروی میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوں۔ اچھے اوصاف

پیدا ہو جانے کے بعد اسلام کو بھی اپنانا کسی قدر آسان ہو جائے گا

جواب:- آپ اپنی مرضی کے مختار ہیں جو چاہیں کریں مگر عقل اور مشاہدہ آپ کی رائے کی تائید نہیں کرتے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اخلاق تو مغرب سے لے لیا جائے اور اُسے ہم اپنے مخصوص حالات میں فٹ کر کے اُس سے اُن نتائج کی توقع کریں جو یورپ میں برآمد ہوئے ہیں۔ یہ فلسفہ "اخلاق برائے اخلاق"، "ادب برائے ادب" یا "نیکی برائے نیکی" کی طرح بھی یورپین فکر کی ایک دلچسپ بازیگری ہے۔ اہل مغرب، خود تو نہیں مگر اپنے مقلدین کو یہ ضرور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اخلاق صرف ایک شعبۂ زندگی ہے جس کو پوری زندگی اپنائے بغیر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اخلاق کوئی موٹر کار یا کوئی لباس نہیں جیسے کوئی قوم یورپ سے امپورٹ کر سکتی۔ بلکہ دراصل یہ نام ہے اُن اصول و نظریات کے عملی ظہور کا جو یورپین اقوام نے اپنے نصب العین تک بڑھنے کے لیے وضع کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اخلاق کی نقالی نہیں کی سکتی اور نہ ہی کوئی نظامِ اخلاق کسی قوم سے مصنوعی طور پر کچھ مدت کے لیے مستعار لیا جا سکتا ہے۔ اس کائنات کا ہر فرد یا کوئی گروہ جب کسی "راز" کو پا کر اُس کو پھیلانے کی کوشش کرتا ہے، تو اپنے اس نصب العین کے حصول کے لیے وہ اپنے آپ کو خود اپنی مرضی سے چند آئین و ضوابط کا پابند بناتا ہے۔ یہی دراصل اُس فرد یا گروہ کا اخلاق ہے۔ دنیا میں یہ کبھی نہیں ہوا کہ بغیر کسی قسم کے اوصاف اپنے اندر پیدا کیے کوئی شخص ایک قدم بھی بڑھ سکے۔ یہ ضروری نہیں کہ نصب العین صحیح ہو، مگر اُس کو حاصل کرنے کے طریقوں میں چند ایجابی صفات (positive) کا پیدا ہو جانا ناگزیر ہے۔ مثال کے طور پر اگر ڈاکوؤں کا ایک گروہ بھی ڈاکہ کی غرض سے نکلتا ہے تو اُس کی کامیابی کے لیے بھی چند صفات کا ہونا از حد ضروری ہے۔ سب سے پہلے انہیں اپنے مقصد سے محبت ہو کیونکہ اس کے بغیر وہ قربانی نہیں کریں گے، دوسرے انہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہو، تیسرے وہ سخت سے سخت مشکل کے وقت ہراسان نہ ہوں، چوتھے اپنے سردار کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ اگر غور کریں تو معلوم ہوگا

کہ مقصد کے ساتھ عشق نے اُن کے اندر یہ صفات پیدا کی ہیں۔ یہ مصنوعی طریق سے اُن کے اندر داخل نہیں کی گئیں۔

یہی حال مغرب کا ہے۔ اُن کا اپنا ایک زاویۂ حیات ہے، اُن کے سامنے ایک واضح مقصد اور نصب العین ہے اور اس کے ساتھ انہیں بے حد لگاؤ ہے۔ اس تک پہنچنے کے لیے وہ ہر آن مضطرب رہتے ہیں، اس کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ ظاہر بات ہے اپنی اس تگ و دو میں وہ چند آئین و ضوابط کی پابندی کرنے پر مجبور ہیں۔ اس معاملہ میں جس قدر اُن کا عشق زیادہ ہوگا اسی قدر اُن میں یہ صفات اُبھرتی چلی آئیں گی اور جس حد تک اس میں کمی ہوگی، اسی حد تک یہ صفات ماند پڑیں گی۔

یقین کیجیے، ملّتِ اسلامیہ آج بھی اگر اپنے نصب العین کے معاملے میں یکسو ہو کر اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے تو یہ ساری خوبیاں جنہیں بدقسمتی سے آپ صرف یورپین تہذیب کا خاصہ سمجھتے ہیں۔ اس کے اندر خود بخود پیدا ہو جائیں گی۔ یہ قوم اہلِ مغرب سے زیادہ وقت کی پابند ہوگی، اُس سے کہیں زیادہ ایفائے عہد کا اہتمام کرے گی اور اس سے بہت زیادہ اپنے آپ کو محنت اور مشقت کی عادی بنائے گی۔ پھر یہ صرف مغربی قوموں کی طرح اپنوں سے وفا نہیں کرے گی، بلکہ خدا اور آخرت پر ایمان لانے کے بعد اور اسلام کی ابدی اقدار کو ماننے کے بعد اُس میں یہ صفت یہاں تک پیدا ہو جائے گی کہ اپنے خون کے پیاسوں، جان کے دشمنوں تک سے، اپنی زندگی کی بازی لگا کر بھی عہد کو پورا کرے۔ وہ کسی ملک یا بستی سے نکلنے سے پیشتر سب کچھ لوٹ گھسوٹ کر ساتھ لے جانے کی کوشش نہ کرے گی بلکہ اُس کے افراد دشمنوں کے نرغہ میں بھی سب سے زیادہ اس بات کے فکرمند ہونگے کہ کسی طرح لوگوں کی امانتیں اُن تک لوٹائی جائیں۔ مسلمان اپنے بلند ترین اخلاق کی لامثال روایات پہلے بھی قائم کر کے دکھا چکے ہیں۔ اس کے اخلاق کی کرم فرمائیاں وطنی اور ملکی حدود تک محدود نہ ہونگی بلکہ پوری نوعِ انسانی ان سے متاثر ہوگی۔ اخلاق کے معیار ایسے سیمابی نہ ہونگے جو گروہی و نسلی مفادات کے ساتھ ہر آن